بسم الله الرحمن الرحیم

نظرات

ماہ اکتوبر ۱۹۷۳ء کا یہ شمارہ جس وقت آپ کے ھاتھوں میں پہنچ رہا ہے، اس وقت سنہ ۱۳۹۳ھ کے رمضان شریف کا مہینہ شروع ھوچکا ہے۔ اور آپ خالق کائنات کی رضا و خوشنودی کے لئے روزے سے ھیں۔ روزہ اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل ہے اور بندہ کے لئے اصلاح نفس کا ایک موثر اور بے مثال ذریعہ۔ اس سے انسانی نفس کے بے پناہ جذبہ اشتہاء پر آدمی کو مضبوط گرفت حاصل ھو جاتی ہے اور اسے یہ قوت حاصل ھو جاتی ہے کہ وہ جب چاہے اپنی خواھش نفس کو قابو میں کرلے۔ روزہ دین اسلام کا چوتھا عملی رکن ہے۔ دین کی بنیادیں پانچ ارکان عملی پر قائم ھیں۔ اول پانچ باتوں کا اقرار۔ (توحید باری تعالیٰ۔ رسالت جمیع انبیاء۔ وجود ملائکہ، صداقت جمیع کتب اللہ، یوم قیامت) دوم نماز سوم زکوۃ، چہارم صوم (روزہ) پنجم حج بیت اللہ،

رمضان شریف کے روزے فرض ھیں اس سے انکار کے بعد آدمی مسلمان نہیں رھتا، اور بغیر عذر رمضان کے روزے نہ رکھنے والا بدترین فاسق ہے۔ ھمارا فریضہ ہے کہ اس کو سمجھائیں اور بار بار تاکید کریں، اگر پھر بھی نہ مانے تو اسے ذلیل سمجھیں، ھو سکے تو اس سے ترک موالات کریں۔

روزہ کے وہ فواید اور اللہ تعالی کی طرف سے جو اس کا صلہ اور ثواب ہے اس کا پوری طرح اندازہ ایک انسانی دماغ نہیں لگا سکتا حتی کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی کا یہ وعدہ بھی مذکور ہے کہ خالق کائنات نے خود اپنے آپ کو روزوں کا صلہ و ثواب قرار دیا ہے۔ ذرا سوچئے تو خود اللہ ھی جس کا ھوجائے اس کو دنیا و آخرت میں کیا کچھ نہ میسر آجائے گا۔ اور کون اندازہ لگا سکتا ہے ان نعمتوں کا جو اسے حاصل ھوں گی۔

اخروی فواید کے علاوہ روزوں کے دنیاوی فواید بھی بہت ھیں ۔ اللہ تعالی نے اس کا ایک سب سے بڑا فائدہ یہ بتایا ھے کہ اس کی وجہ سے تم میں تقویٰ کی کیفیت پیدا ھوجائے گی۔ تقویٰ ایک لفظ ھے جس کے اندر معانی کی ایک دنیا پوشیدہ ھے ۔ اور قرآن مجید کی یہ ایک خصوصی اصطلاح بھی ھے۔ مختصراً یوں سمجھئے کہ تقویٰ انسانی قلب و دماغ کی اس کیفیت کا نام ھے جس کے زیر اثر آدمی اپنے خالق کو ھر لمحہ حاضر و ناظر سمجھتا ھے، اور اپنے ھر عمل میں اس کی سعی کرتا ھے کہ اللہ تعالی کی مرضی کے خلاف کوئی حرکت سرزد نہ ھونے پائے ۔ آدمی کے اعمال کی دو شکلیں ھوتی ھیں، ایجابی اور سلبی، ان دونوں شکلوں میں اللہ تعالی کی مرضی کو مقصود بنا لینے کا نام تقویٰ ھے ۔ اور روزوں کا سب سے بڑا دنیاوی فائدہ یہی ھے ۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دنیاوی فواید حاصل ھوتے ھیں مثلاً روزوں سے ھمیں دوسروں کی بھوک پیاس کا احساس ھوتا ھے ۔ اور خود ھمارے اندر یہ قوت پیدا ھوتی ھے کہ کسی اعلی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جفاکشی اختیار کر سکیں اور بڑی سے بڑی تکلیف کو برداشت کرلیں ۔

روزہ ایک ایسی عبادت ھے جو دنیا کے ھر مذھب میں موجود ھے۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ھے کہ روزے تم پر اسی طرح فرض کئے گئے ھیں جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض کئے گئے تھے ۔ اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ھے کہ یہودیوں، نصرانیوں، حتی کہ ھندؤں، بدھوں، تاؤ اور شنتو میں بھی روزوں کا حکم موجود ھے ۔ یہ اور بات ھے کہ پچھلی اقوام میں مسلمانوں کی طرح اب وہ پابندی باقی نہیں رھی ھے ۔ جیسے انھوں نے اور بہت سے عقاید و اعمال کو اپنی سہل انگاریوں بلکہ اپنے ھوا و ھوس کے ماتحت بگاڑ لیا ھے۔ روزوں سے بھی جی چرانے لگے ھیں ۔ یا اس کی ایسی ایسی تاویلیں کر لی ھیں کہ عبادت کا اصل مقصد ھی فوت ھوگیا ھے ۔ لیکن یہ امر واقعہ ھے کہ اب بھی کسی نہ کسی صورت میں روزہ ھر قوم میں عملاً موجود ھے ۔

اگرچه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام مکہ مکرمہ میں بھی روزے رکھا کرتے تھے لیکن برکتوں والے اس خاص مہینہ رمضان مبارک کے پورے روزے مدینہ منورہ میں سنہ ۲ ہجری کے رمضان سے پہلے فرض کئے گئے۔

رمضان شریف کا مہینہ ہماری تاریخ میں بھی بڑا اہم مہینہ رہا ہے۔ اسی ماہ میں قرآن مجید کی سب سے پہلی آیت نازل ہوئی، اسی مہینہ میں غزوۂ بدر ہوا، اسی مہینہ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ اسی مہینہ میں سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا، اسی طرح زمانۂ رسالت کے بعد بھی رمضان کے مہینہ میں ایسے بیسیوں واقعات ہوئے ہیں جنھوں نے تاریخ کا رخ موڑ دیا ہے مثلاً سنہ ۹۲ھ میں فتح اندلس، سنہ ۱۰۵ھ میں فتح آرمینہ، سنہ ۱۰۷ھ میں فتح قیسازیہ، اور اسلامی تاریخ میں ان کے علاوہ ایسے بہت سے واقعات جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں، رمضان شریف ہی کے مبارک مہینہ میں ہوئے ہیں۔ ہماری حالیہ تاریخ میں پاکستان کا قیام بھی سنہ ۱۳۶۶ھ کے رمضان مبارک کی ستائیسویں شب ہی کو ہوا تھا۔ اتفاقاً اس دن اگست کی ۱۴ تاریخ تھی، اور یوم پاکستان ۲۷ رمضان کے بجائے ۱۴ اگست کو منایا جاتا ہے۔

—::—

کسی معاشرے میں جب اخلاقی خرابیاں ایک مقررہ حد تک پہنچ جاتی ہیں تو اس پر اللہ کا عذاب مختلف شکلوں میں نازل ہوتا ہے۔ کبھی سیاسی غلامی کی شکل میں، کبھی بدامنی اور بے چینی کی شکل میں، اور کبھی طبعیاتی مشکلات اور تباہیوں کی شکل میں۔ ہم سب کچھ حکومت کے سر تھوپ کر اپنے آپ کو بے گناہ و معصوم قرار نہیں دے سکتے، ایسا کرنا نادانی اور خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ہے، حکومت خود ہماری ہی ایک ہئیت اجتماعی ہوتی ہے۔ ہم سے بالکلیہ الگ کوئی حقیقت نہیں ہوتی ہے۔ مرحوم اقبال نے بڑے پتہ کی بات کہی ہے۔

مجلس نظم حکومت چہرۂ زیبائے قوم

اگر ہم اپنے معاشرے میں ہر قسم کی برائی کو برداشت کرتے رہیں گے اور کوئی اجتماعی و انفرادی کارروائی ان کے ختم کرنے اور ان کو روکنے کی نہیں کریں گے تو حکومت اپنی جدوجہد کے ذریعہ ہم پر سے عذاب الہی کو نہیں ٹال سکتی، ہم اگر اپنے رشوت خور بھائی کو سزا سے بچانے کے لئے، کم تولنے والے اور آمیزش کرنے والے عزیزوں کو قانون کی گرفت سے محفوظ رکھنے کے لئے جدوجہد کرتے ہی رہیں گے تو بروں ہی کی نہیں بلکہ اچھوں کی حکومت بھی ہمیں مقررہ عذابوں اور سزاؤں سے نہیں بچا سکتی۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اس سلسلہ میں ہماری ذمہ داریاں ارباب حکومت کی ذمہ داریوں سے کسی طرح کم تر نہیں ہیں۔ ہم میں سے کوئی نہیں جو ایک رشوت خور ہمسایہ کے گھر کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دے۔ ہم میں سے کوئی نہیں جو ایک کم تولنے والے کو کم تولنے کی وجہ سے قابل نفرت قرار دے۔ ہم میں سے کوئی نہیں جو ایک بے نمازی اور روزہ‌خور سے ترک موالات کے لئے تیار ہو۔ اگر ہم اس کی پرواہ نہیں کرسکتے تو ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ عذاب آئے گا۔ اور عذاب آتا ہی رہے گا۔ پھر جب عذاب آتا ہے تو بروں کے ساتھ اچھوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ یہی ہے سنتہ اللہ، ولن تجد لسنتہ اللہ تبدیلا۔

اس جگہ پہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ بہت سی دوسری اقوام ہم سے بھی زیادہ اخلاقی خرابیوں میں مبتلاء ہیں، ان پر عذاب کیوں نہیں آتا۔ عذاب نہ ایک ہی وقت میں سب جگہ آتا ہے اور نہ ایک ہی قسم کا عذاب ہر جگہ آتا ہے۔ آج جو عذاب سے مامون نظر آتے ہیں، نہیں معلوم کل ان پر یکایک کیا قیامت گزر جائے گی۔ ایک زمانہ میں روس کے شاہی خاندان زار نے بھی یہی سمجھ رکھا تھا۔ پھر کیا ہوا، سب کو معلوم ہے۔ دھلی کے

اگر ہم اپنے معاشرے میں ہر قسم کی برائی کو برداشت کرتے رہیں گے اور کوئی اجتماعی و انفرادی کارروائی ان کے ختم کرنے اور ان کو روکنے کی نہیں کریں گے تو حکومت اپنی جدوجہد کے ذریعہ ہم پر سے عذاب الہی کو نہیں ٹال سکتی، ہم اگر اپنے رشوت خور بھائی کو سزا سے بچانے کے لئے، کم تولنے والے اور آمیزش کرنے والے عزیزوں کو قانون کی گرفت سے محفوظ رکھنے کے لئے جدوجہد کرتے ہی رہیں گے تو بروں ہی کی نہیں بلکہ اچھوں کی حکومت بھی ہمیں مقررہ عذابوں اور سزاؤں سے نہیں بچا سکتی۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اس سلسلہ میں ہماری ذمہ داریاں ارباب حکومت کی ذمہ داریوں سے کسی طرح کم تر نہیں ہیں۔ ہم میں سے کوئی نہیں جو ایک رشوت خور ہمسایہ کے گھر کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دے۔ ہم میں سے کوئی نہیں جو ایک کم تولنے والے کو کم تولنے کی وجہ سے قابل نفرت قرار دے۔ ہم میں سے کوئی نہیں جو ایک بے نمازی اور روزہ‌خور سے ترک موالات کے لئے تیار ہو۔ اگر ہم اس کی پرواہ نہیں کرسکتے تو ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ عذاب آئے گا۔ اور عذاب آتا ہی رہے گا۔ پھر جب عذاب آتا ہے تو بروں کے ساتھ اچھوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ یہی ہے سنتہ اللہ، ولن تجد لسنتہ اللہ تبدیلا۔

اس جگہ پہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ بہت سی دوسری اقوام ہم سے بھی زیادہ اخلاقی خرابیوں میں مبتلاء ہیں، ان پر عذاب کیوں نہیں آتا۔ عذاب نہ ایک ہی وقت میں سب جگہ آتا ہے اور نہ ایک ہی قسم کا عذاب ہر جگہ آتا ہے۔ آج جو عذاب سے مامون نظر آتے ہیں، نہیں معلوم کل ان پر یکایک کیا قیامت گزر جائے گی۔ ایک زمانہ میں روس کے شاہی خاندان زار نے بھی یہی سمجھ رکھا تھا۔ پھر کیا ہوا، سب کو معلوم ہے۔ دھلی کے

مغل بادشاہ محمد شاہ بھی یہی سمجھتے تھے لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو کف افسوس مل کر یہ کہنا پڑا کہ ع

شامت اعمال ما صورت نادر گرفت

——::——

اس ماہ میں پانچویں صدی ھجری کے سب سے بڑے سائنس دان ابو ریحان محمد البیرونی کی یاد بین الاقوامی طور پر منائی جا رھی ھے۔ اس سلسلہ میں دنیا کے بہت سے ملکوں میں علمی اجتماعات منعقد ھو رہے ھیں جن میں اھل فن اور اھل نظر جمع ھوکر البیرونی کے کارناموں پر مقالات پڑھیں گے اور اس کی بے مثال سائنسی خدمات پر خراج تحسین ادا کریں گے۔

البیرونی نے خوارزم (خیوا) میں تعلیم و تربیت کے مراحل طے کئے، اس کے بعد مختلف ممالک میں بڑی طویل مدت تک مطالعہ اور تعلیم میں مصروف رھا۔ وہ تقریباً دس سال تک ھندوستان میں بھی رھا۔ بنارس میں اس نے کئی سال سنسکرت زبان اور علم الافلاک کے مطالعہ میں بسر کئے۔ واپسی میں وہ پاکستان کے مقام پنڈدادن خان کے قریب کچھ دنوں تک قیام پذیر رھا۔ یہیں اس نے تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ زمین کے قطر اور دائرہ کی پہلی بار مکمل پیمائش کی، گویا یوں سمجھئے کہ خلیفۂ عباسی مامون الرشید کے زمانہ میں خلیفہ کے حکم سے جو کوشش پیمائش زمین کی کی گئی تھی اور بہ وجوہ نامکمل رہ گئی تھی اس کی البیرونی نے تکمیل کردی۔

البیرونی اصلاً کہاں کا باشندہ تھا اس کے متعلق اھل تاریخ کے مختلف اقوال ملتے ھیں۔ بعض یہ کہتے ھیں کہ خوارزم میں جو لوگ باھر سے آکر قیام پذیر ھوتے تھے، انھیں بیرونی یا البیرونی کہا جاتا تھا۔ بعضوں نے بیرونی نام کی ایک آبادی کا ذکر کیا ھے جو سندھ (پاکستان) میں تھی۔ اسماعیل

پاشا بغدادی نے اپنی کتاب هدیة العارفین میں تصریح کی ہے کہ البیرونی سندھ میں ایک شہر بیرون کی طرف نسبت ہے۔ ممکن ہے کہ دونوں باتیں صحیح ہوں۔ چوتھی صدی ہجری کے آخری نصف میں سندھ کا دارالسلطنت منصورہ بہت بڑھ چکا تھا اور شہر کی آبادی دریا کے دوسری طرف بھی پھیل گئی تھی، ممکن ہے کہ حیدرآباد دکن کے ایک حصہ بیرون بلدہ کی طرح اسے بھی اس زمانہ میں بیرون کہا جاتا ہو۔ اور ملکی بدامنی کی وجہ سے البیرونی کا خاندان خوارزم چلا گیا ہو۔ بہرحال البیرونی کہیں کا رہا ہو، یہ اپنے وقت کا عظیم الشان سائنس دان تھا۔ اس کا انتقال غالباً خوارزم ھی میں سنہ ۴۴۰ھ میں ہوا۔